www.KitaboSunnat.com

التفسیر والتعبیر

مولانا عزیز زبیدی واربرٹن

سورۂ بقرہ

(قسط ۸)

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ

لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور ان لوگوں کو جو تم سے

له یٰاَیُّهَا النَّاسُ ۔ (اے لوگو!) بلا استثناء یہ خطاب سب لوگوں سے ہے وہ مومن ہوں یا کافر، گورے ہوں یا کالے، مشرقی ہوں یا مغربی، جنوب میں رہتے ہوں یا شمال میں۔ غرض یہ کہ: کوئی ہو کہیں کا رہنے والا ہو اور کیسا ہو، قرآن اسے پکارے جا رہا ہے ——

پہلے خالص مومن کا ذکر تھا، پھر پکے منکرینِ حق (کافروں کا) اس کے بعد بزدل منافقوں اور سیاسی پینترے بازوں کا —— اب ان سب کا ہے، تاکہ قرآن حکیم تیز و تند تبصرہ سے کافر اور منافق یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ: اب خدا کا ہم سے کوئی تعلق نہیں رہا اور وہ ہمیشہ کے لیے ہم سے کٹ گیا ہے، اب (یٰاَیُّهَا النَّاسُ!) کہہ کر ان کی اس بدگمانی اور مایوسی کو دور کیا ہے کہ، تبصرہ سے مقصود ”حال واقعی“ کا اظہار تھا، جہاں تک تعلق کی بات ہے؟ سو اس کے لیے خدا کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے، بلکہ کچھ بھی ہو، وہ اب بھی آپ کے انتظار میں ہے۔

له اُعْبُدُوْا (عبادت کرو) پُرسوز اور پُرخلوص مگر غلامانہ عاجزی کے ساتھ خدا کے حضور، بے ریا و نما اور طاعت کا نذرانہ پیش کرنے کو ”عبادت“ کہتے ہیں۔

معنی العبادة: الخضوع لله بالطاعة والتذلل له بالاستكانة (تفسیر ابن جریر طبری-آیت مذکورہ)

اس میں شرط یہ ہے کہ یہ رنگ صرف خدا کے لیے ہو اور بلا شرکت غیرے ہو، اس لیے اُعْبُدُوْا کے معنی وَحِّدُوْہُ (اس کو وحدہٗ لا شریک له یقین کرو) بھی کیے گئے ہیں۔ یعنی سارے سنسار اور جگ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ

پہلے ہو گزرے ہیں، پیدا کیا، عجب نہیں تم (آخر کار) پرہیزگار (بھی) بن جاؤ۔ جس نے تمہارے

الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

لیے زمین کا فرش بنایا اور آسمان کی چھت اور آسمان سے پانی برسا کر تمہارے

کو چھوڑ تنہا اس کی "طاعت اور عبادت" کرو۔

وحدوہ ای افردوا الطاعۃ والعبادۃ لربکم دون سائر خلقہ (ابن جریر)

عبادت کے مفہوم دو ہیں، ایک یہ کہ، نمازیں پڑھی جائیں، ذکر کیا جائے، حج، زکوٰۃ اور روزے رکھے جائیں، دوسرا یہ کہ پوری زندگی خدا کی مرضی کے مطابق گزاری جائے۔ نظریہ توحید کے شایانِ شان یہی مفہوم ہے۔ اگر زندگی کے بعض پہلو نفس و طاغوت کے حوالے رہے تو ظاہر ہے یہ زندگی دوئی کی راہ پر پڑ گئی، صرف خدائے واحد کے لیے یکسو نہ رہی۔

طاعت اور عبادت میں فرق طاعت جائز امور میں غیر خدا کی بھی ہو سکتی ہے، لیکن عبادت غیر خدا کی نہیں ہو سکتی اور اسی میں بندگانہ خضوع شرط ہے، طاعت میں یہ ممنوع ہے۔ ورنہ یہ طاعت عبادت بن جاتی ہے۔

ان العبادۃ غایۃ الخضوع ولا تکون الا للہ والطاعۃ الفعل الواقع علی حسب الارادۃ ویکون للخالق والمخلوق (کتاب الفراق)

۲ الَّذِي خَلَقَكُمْ (جس نے تمہیں پیدا کیا) ایک خلق یہ ہے کہ نیست سے ہست کیا جائے، دوسرا یہ کہ ہست سے ہست کیا جائے۔ یعنی ایک موجود شے سے دوسری شے پیدا کی جائے۔ یہاں دونوں معنی مراد ہیں، پہلے انسان کا کچھ بھی مذکور نہیں تھا، پھر اسے بنا ڈالا، مٹی سے پیدا کیا، مٹی کہاں سے بنی۔ اس سے اگلی شے کہاں سے وجود میں آئی۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ ایک ایسی "تجرید" پر جا ختم ہوتا ہے جہاں خدا کے سوا باقی ہر "ہست" معدوم ہوتا ہے۔ اس سٹیج پر جو عمل تخلیق ہوتا ہے وہ بغیر مادہ اور مثال سابق کے ہوتا ہے جسے عربی میں "ابداع" بھی کہتے ہیں۔

یعنی اس ذات کی عبادت اور سچی غلامی اختیار کیجیے، جس نے تمہیں ہست کر کے بتدریج کمال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ
کھانے کے پھل پیدا کیے پس کسی کو اللہ کا ہم پلہ

تک پہنچایا، صرف تمہیں نہیں، تم سے پہلے جو تھے ان کو بھی اسی ذات خالق نے پیدا کیا (وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ)

عملِ تخلیق صرف ذاتِ واحد کے دستِ قدرت کا کرشمہ ہے، اس لیے آپ کے قلب و نگاہ کا مرجع بھی صرف اور صرف اسی ذاتِ واحد کو ہونا چاہیے ورنہ اتمامِ توحید مشکل ہے۔

ؔ تَتَّقُوْنَ۔ (پرہیزگار بن جاؤ گے) راہِ توحید اختیار کیے بغیر، خدا کی سچی غلامی کی توفیق حاصل نہیں ہوتی اور نہ تقویٰ شعار انسان بن سکتا ہے۔ انسانی فکر و نگاہ منقسم ہو تو ظاہر ہے خدا کی سچی غلامی کا حق ادا نہیں ہوگا۔ اسی طرح وہ ادھر اودھر سے بچ بچا کر سفر حیات کا بے داغ اتمام بھی نہیں کر سکے گا۔ اس لیے ارشاد ہوا کہ اسی ذات کی عبادت کرو جو تمہارا اور تم سے پہلوں کا رب اور خالق ہے، تم متقی بن جاؤ گے، یعنی تمہیں ماسوی اللہ سے بچ بچ کر چلنے کی توفیق اسی وقت ہی نصیب ہو سکتی ہے جب دائیں بائیں اور آگے پیچھے خدا کے سوا آپ کی آنکھوں میں اور کوئی شے اور ذات سمائی ہوئی نہ ہو۔ اگر کچھ اور بھی سمایا ہوگا، تو ادھر ادھر سے رخ موڑ کر اور یکسو ہو کر صرف اسی کے لیے اور اس کی طرف سفر جاری رکھنا محال ہو جائے گا۔

ؔ رِزْقًا لَّكُمْ (تمہارے لیے روزی) یہاں پر ان نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو انسانوں کی بقا اور راحت کے لیے ضروری ہیں۔ زمین کو فرش سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ یہ یوں ابھری ہوئی نہیں ہے، کہ اس پر قرار ممکن نہ رہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ زمین گول نہیں ہے، چپٹی ہے۔ دوسرا یہ کہ فرش (بچھونا) آرام گاہ شے کا نام ہے، کیونکہ یہ انسانی بود و باش کے لیے ایک سازگار قرارگاہ ہے۔ دوسرے ان سیاروں کی طرح نہیں ہے جن میں زندگی محال ہے۔

آسمان کو عمارت اور چھت سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ یہ ایک چھت والے مکان کی طرح اوپر سے ڈھانپ رہا ہے اور انہی خواص کے ساتھ جو ایک مکان کے ہو سکتے ہیں۔ زمین و آسمان کے بیان کرنے سے غرض ان کی ہیئت بیان کرنا نہیں ہے بلکہ ان سے انسان کا جو تعلق ہے اس کو بیان کرنا مقصود ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ

نہ بناؤ اور تم جانتے (بوجھتے) ہو اور وہ جو ہم نے اپنے بندے پر

مینہ برسا کر پھل پھول اگائے تاکہ انسان ان سے متمتع ہو۔

لَكُمْ (تمہارے لیے) کہہ کر اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ، تم ان چیزوں کے لیے نہیں بنائے گئے ہو بلکہ یہ چیزیں تمہاری ضیافت طبع اور بقا کے لیے پیدا کی گئی ہیں

۶ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا (سو تم اللہ کے ہمسر نہ ٹھہراؤ) یعنی ایسا نہ ہو کہ کھاؤ کسی ذاتِ برحق کا اور گاؤ کسی اور کا۔ شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

اَنْدَاد، نِدٌّ کی جمع ہے۔ نِدٌّ کے معنی نظیر، مثل اور عدل کے ہیں، امام ابن الاثیر (ف ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

ھو مثل الشئ الذی یضادہ فی امورہ وینادّہ ای یخالفہ (تاج العروس)

نِد شے کے اس مثیل کو کہتے ہیں جو اس کے تمام امور میں مخالف ہو یعنی اسی کا حریف و مدمقابل ہو۔

امام ابن جریر (ف ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں: اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو کسی شے کی نظیر اور شابہ ہو۔

کل شئ کان نظیرا لشئ وشبیھا (جامع البیان عن تاویل آی القرآن)

حضرت مجاہد (ف ۱۰۴ھ) حضرت قتادہ (ف ۱۱۷ھ) نے اس کے معنی: عُدَلَاء (مثیل، نظیر، مانند ہمسر، ہم مرتبہ) کیے ہیں۔ (ابن جریر)

یہ مماثلت جوہر اور اصل میں بھی ہوتی ہے اور صفات میں بھی، خدا جیسا خدا بنا لیا جائے یا کسی کو خدائی اختیارات کا مالک تصور کر لیا جائے۔ سب کو نِد کہتے ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ (ف ۳۲ھ) اور دوسرے بہت سے صحابہ نے انداد کے معنی یہ کیے ہیں۔

اکفاء من الرجال تطیعونھم فی معصیۃ اللہ (ابن جریر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا کو ناراض کر کے اپنے جیسے انسانوں کی اطاعت کرنی "انداد" کہلاتا ہے۔

حضرت عکرمہ (ف ۱۰۵ھ) نے اس کو ایک مثال سے سمجھایا ہے، وہ فرماتے ہیں: جیسا کہ آپ کہیں کہ: اگر گھر میں کتا نہ ہوتا تو چور گھر میں گھس آتا۔

انداداًای تقولوا لولا کلبنا لدخل اللص الدار، لولا کلبنا صاح فی الدار ونحو ذلک (ابن جریر)

دیوتاؤں اور بزرگوں کو خدائی اختیارات کا مالک تصور کرنا، خدا کو ناراض کر کے بعض شخصیتوں کی دلجوئی کرنا، یا فتح و شکست، کامیابی اور ناکامی کے لیے اسباب پر نگاہ رکھنا اور ان کو موثر خیال کرنا' انداد کہلاتا ہے۔

دورِ حاضر میں بھی یہ سبھی قسم کی قباحتیں پائی جاتی ہیں، دیوتاؤں، بتوں، مزارات، بزرگوں سے جس طرح خلق خدا آس لگا کر رہتی ہے، وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہے، اس سے بھی بڑھ کر یہ فتنے عام ہیں۔
ا۔ جن امور میں خدا کی نافرمانی ہوتی ہے ان میں بھی لوگوں کی اطاعت کی جاتی ہے اور ان کو خوش رکھا جاتا ہے۔
ب۔ اسباب اور وسائل پر نگاہ رکھی جاتی ہے اور اس سلسلے کی خدائی تلقینات کی پرواہ نہیں کی جاتی۔
یہ وہ انداد ہیں، جن کو ہم خدا کے مدمقابل اڈے سے کہہ سکتے ہیں۔ اور جو بدنصیب لوگ ان فتنوں کے نرغوں میں گھر گئے ہیں، ان کی عاقبت سخت خطرے میں ہے بلکہ دنیا بھی ــــ

ــــ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ (حالانکہ تم جانتے بوجھتے ہو) یہ بات کہ سچا خدا ایک ہے، وہی خالق، وہی رب اور صرف وہی رازق ہے، سب کو معلوم ہے، اس لیے مناسب بھی یہی ہے کہ اب اطاعت اور عبادت بھی تنہا اسی ذاتِ واحد کی کی جائے ــــ اس میں شکر گزاری بھی ہے اور عقل و ہوش کی بات بھی ــــ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر و شرک کے جو کام لوگ کر رہے ہیں، وہ ان کی بے خبری کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ جلد بازی کا ہے۔ چاہتے ہیں کہ، خدا نے تو دیر کر دی ہے، اس لیے اب یوں کر کے دیکھ لیں، شاید جلدی ہو جائے، یا جو کام وہ نہیں چاہتا، وہ دوسروں کی معرفت اس سے منوا لیا جائے کچھ لوگ اس بھول میں بھی رہتے ہیں کہ جو کام جائز یا ناجائز طریقے سے ہو سکتا ہے اس کے لیے خدا کے گرد چکر کاٹنے کی کیا ضرورت، اور اس کے احکام کے انتظار کا کیا فائدہ؟ کیونکہ غرض کام سے ہے نام سے نہیں۔ اگر اس طرح ہمارا کام ہو سکتا ہے تو خدا کا کیا بگڑتا ہے۔ لیکن وہ اس بات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ

آتارا ہے اگر تم کو اس میں شک ہو (اور سمجھتے ہو کہ یہ کتاب خدا کی نہیں بلکہ آدمی کی بنائی ہوئی ہے) اور

وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○

اپنے اس (دعوے میں) سچے ہو تو اس جیسی ایک سورہ (تم بھی بنا) لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمائتیوں کو بھی بلا لاؤ

کو نہیں سمجھے کہ ناجائز طریقہ سے جو کام کیا جائے گا، ظاہر ہے وہ ضرور کسی اور کا کچھ بگاڑ کر ہی کیا جائے گا۔

جو کام جائز طریقے سے بھی کیے جائیں چاہیے کہ وہ بھی مثبت طور پر اس بنیاد پر کیے جائیں کہ خدا نے اس کی اجازت دی ہے۔ اس انتساب کی ضرورت اس لیے ہے کہ نسبت، توجہ اور تعلق خاطر کی استواری کے لیے ایک عظیم نفسیاتی رابطہ ہے، اس نسبت میں کمی واقع ہو یا وہ منقسم ہو جائے تو یہ اکسیر بے کار ہو جاتی ہے، خاص کر توحید کے شایان نہیں رہتی۔ اس لیے ہمارے نزدیک جائز امور میں بھی، وحی الٰہی کے امتثال کا احساس اور شعور زندہ اور تابندہ رہنا چاہیے، ورنہ ایمانی اور اخروی نقطۂ نظر سے اس کی حیثیت فعل عبث سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہوگی۔

شہ نَزَّلْنَا (ہم نے اتارا) اتارنا دو طرح سے ہوتا ہے، بتدریج تھوڑا تھوڑا اور یکبارگی اور اکٹھا اتارنا۔ پہلی صورت تنزیل کی ہے، دوسری صورت انزال کی ہے، جس میں دونوں صورتیں آجاتی ہیں، قرآن حکیم کے نزول کی صورت پہلی ہے اور یہ عین حکمتِ الٰہی کے مطابق ہے تاکہ وحی الٰہی اور انسانی طبائع میں سازگاری اور قدرتی ہم آہنگی پیدا ہو، اور انسانی معاشرہ بہ آسانی اس کا متحمل ہو سکے۔

ﻩ عَبْدِنَا (ہمارا بندہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اضافت تشریفی اور تکریمی ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام تر سرفرازیوں، عظمتوں اور رفعتوں کے باوجود خدا کے ہاں سے آپ کو جو سب سے بڑا اعزاز اور عظیم لقب عطا ہوا وہ "عبدہ" (خدا کا بندہ) ہے تاکہ دنیا آپ کی رفعت شان کو دیکھ کر آپ کو کچھ اور نہ بنا ڈالے۔ کلمۂ شہادت، جو اولین شرطِ ایمان ہے، اس میں "عبدہ ورسولہ" اس کا جزو ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ، اللہ کا بندہ قرب و اختصاص میں جتنا آگے بڑھتا ہے "عبدہ" کا رنگ پھیکا پڑنے کی بجائے اور گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیونکہ جو شخص بندگی اور عبدیت کے باب میں جتنا راسخ ہوتا ہے، اتنا وہ خدا کا بڑا عبد اور غلام کہلاتا ہے۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کی بندگی اور عبدیت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا

پس اگر (اتنی بات بھی) نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو (دوزخ کی) آگ سے ڈرو

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ۝ وَ

جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے (اور وہ) منکروں کے لیے تیار ہے۔ اور

میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں، اس لیے آپ ساری دنیا سے زیادہ خدا کے عبادادر غلام ہیں۔

لہ مِنْ مِّثْلِهٖ (اس جیسی) حسن انشاء، فصاحت و بلاغت، مطالب کی جامعیت اور احکام و قصص کی معنی خیز حقانیت اور افادیت اور ندرت میں قرآن حکیم اپنی مثال آپ ہے۔ لیکن اس کے باوجود منکرین رسالت کو اس امر پر اصرار تھا کہ یہ کلامِ خدا نہیں بلکہ محمد بن عبداللہ کی تصنیف ہے۔ قرآن حکیم نے اس پر ان کو چیلنج کیا کہ اگر یہ کلامِ خدا نہیں ہے تو ویسا کلام بنا کر پیش کرنا آپ کے لیے بھی ممکن ہوگا سارا قرآن نہ سہی، کوئی سی چھوٹی موٹی سورت جیسی ایک سورت ہی بنا کر لے آئیے! خود نہیں بنا سکتے تو اپنے دوسرے معاونین سے مل کر ہی ایک سورت بنا ڈالیے (وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ) بلکہ سارے جہان کے لوگوں کو اپنی مدد کو بلا لاؤ، انسان کیا جنوں کو بھی اپنے ساتھ ملا کر پیش کر سکتے ہو تو ضرور کرو!

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔

لہ وَلَنْ تَفْعَلُوْا (اور تم ہرگز نہیں کر سکو گے) اس کے دو معنی کیے جاتے ہیں! ایک یہ کہ ایسا تم ہرگز نہیں کر سکو گے، دوسرے یہ کہ، تم ایسا ہرگز کرو گے نہیں — لیکن صحیح پہلے معنی ہیں، کیونکہ کفار کی اس سلسلے کی کوششیں معروف ہیں۔

لہ اَلْحِجَارَةُ (پتھر) دوزخ کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ ایندھن سے آگ بھڑکتی ہے، سو اس میں جتنے نافرمان انسان اور پتھر پڑیں گے اتنی ہی آگ تیز ہوتی جائے گی۔ ان پتھروں سے مراد وہ اصنام ہیں جو گھڑ گھڑ کر پتھروں سے بناتے اور ان کو پوجتے تھے۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (پ۱۷۔ انبیاء۔ رکوع)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

(اے پیغمبر) جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل بھی کیے، ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے

"تم اور وہ بت، خدا کے سوا جن کو تم پوجتے تھے، سب دوزخ کا ایندھن ہیں"۔

پتھروں کے ذریعے آگ تیز ہو جاتی ہے، اس کے علاوہ جو لوگ ان کو پوجتے تھے، اب ان کا یہ حشر دیکھ کر کڑھیں گے اور حسرت کی آگ میں اور جلیں گے۔

مرزائیوں نے "الحجارۃ" سے وہ پتھر دل مراد لیے ہیں جو محبت الٰہی سے خالی ہیں، مگر ان کے دعوائے نبوت کی طرح، ان کی یہ دریافت بھی سو فی صد غلط ہے، کیونکہ جو الناس یا الانس دوزخ میں جائیں گے یہ وہی تو ہوں گے جن کو خدا سے نفس و طاغوت زیادہ عزیز ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد الگ اس کے ذکر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

۱۳ أُعِدَّتْ (تیار کی گئی ہے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ: دوزخ کا وجود اب بھی ہے۔ یہ نہیں کہ کل ضرورت پڑنے پر پیدا کر لی جائے گی۔ لِلْكَافِرِينَ (کافروں کے لیے) سے بھی معلوم ہوا دوزخ کی تخلیق کا اصل محرک اور بنیادی داعیہ کفاروں کا وجود ہے۔ گنہگار مسلمانوں کو جو سزا ملے گی اس کی حیثیت تادیب کی ہوگی — بالکل یوں جیسے راہ چلتے۔

۱۴ بَشِّرْ (خوش خبری دیجیے!) یہ پیام بشارت، ان خوش نصیب حضرات کے لیے ہے جو ایمان اور عمل صالح سے آراستہ ہیں۔ ایمان "مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ" (جو خدا کے رسول لائے) کو برحق یقین کرنے کا نام ایمان ہے۔ اس کے مطابق زندگی گزارنے کا نام عمل صالح ہے، یا یوں خیال کیجیے کہ یقین کی یہ کیفیت جب تک دل میں رہتی ہے، ایمان کہلاتی ہے، جب پوری زندگی پر وہ چھا جاتی ہے تو اس کو اسلام کہتے ہیں، اسلام کے ان دو قلبی مظاہر کا نام "عمل صالح" ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اخلصه و اصوبه وقال ان العمل اذا كان خالصا ولم يكن صوابا لم يقبل واذا كان صوابا ولم يكن خالصا لم يقبل حتى يكون خالصا وصوابا، قال والخالص اذا كان لله عزوجل والصواب اذا كان على السنة (شرح اربعین لابن رجب ص)

یعنی عمل صالح اور درست رکھ، فرمایا عمل خالص تو ہو لیکن صواب (درست) نہ ہو، قبول نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا
(بہشت کے) باغ ہیں جن کے تلے پڑی نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب ان کو ان میں کا کوئی میوہ کھانے کو دیا

هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ
جائے گا تو کہیں گے، یہ تو ہم کو پہلے بھی (کھانے کے لیے) مل چکا ہے اور (یہ اس لیے کہیں گے کہ) ان کو ایک

ہوگا، اگر ثواب تو ہو مگر خالص نہ ہو تو بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ ایک خالص بھی ہو اور صواب بھی۔ خالص یہ ہے کہ محض اللہ کی رضا کے لیے ہو اور صواب (درست) یہ ہے کہ سنت پر مبنی اور اس کے موافق ہو۔

یہاں بھی عمل صالح سے یہی مراد ہے۔ ایمان لانے کے بعد، یہی مرحلہ سب سے مشکل ترین مرحلہ ہے، زندگی کے تمام شئون اور کیفیات میں اللہ کی رضا اور خوشنودی ملحوظ رہے اور پھر ان کو کتاب و سنت کے مطابق کرنے کی پابندی کی جائے تو "پیام بشارت" کے وہ صحیح مستحق اور اہل ثابت ہوں گے۔

لَهُمْ جَنّٰتٌ (ان کے لیے بہشت ہیں) یہاں سے پیام بشارت کے اجمال کی تفصیل شروع کی جارہی ہے۔ وہ باغات بہشت کی خوش خبری ہے کہ وہ ان کو نصیب ہوں گے۔

بہشت اور اس کے لوازمات ایسے خوش آئند حقائق ہیں جو ہمارے وہم و گمان سے بالاتر ہیں۔ لیکن ہمارے سمجھانے کے لیے انھیں ہمیں ہماری معروف اور دلچسپ زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ باغات، ان میں نہروں کا جال، پھر انواع و اقسام کے پھلوں کی ارزانی اور پاکیزہ رفیقۂ حیات کی معیت کے وعدے کچھ ایسے معروف اور دل آویز تصورات ہیں جو تھکے ماندے انسانوں کو گرم اور تازہ دم رکھنے کے لیے ہر آن نیا حوصلہ بخشتے ہیں۔

اٰمَنُوْا اور عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کو مقدم بیان کیا گیا ہے جس سے غرض یہ ہے کہ: ان کے ایمان اور عمل صالح کا محرک یہ بظاہر حیوانی تقاضے نہیں ہیں، بلکہ صرف رضائے الٰہی اور امتثال احکام خداوندی ہے۔ وہ صرف اس لیے نیک عملی کی راہ اختیار کرتے ہیں کہ اللہ میاں کا یہی حکم ہے اور اسی میں اس کی رضا ہے۔ بہرحال اگر خوش ہو کر اللہ تعالیٰ ان پر اپنے ان انعام و اکرام کی بارش بھی کر دے تو اس کے بندے اس کے بھی محتاج تو نہیں ہی۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ: بندۂ مومن اس امر سے کہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

صورت (شکل) کے میوے ملیں گے اور وہاں ان کے لیے بیبیاں ہوں گی پاک صاف اور وہ ان (باغوں) میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔

بلند ہے کہ وہ محض ان اشیاء کے حصول کے لیے آدابِ بندگی بجا لائے، ان کے لیے اپنی پیشانی رگڑے، سر کٹائے، گھر اور جان لٹائے۔

لہ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ (جو ہمیں پہلے ملے) وہ یہ بات ازراہِ فرطِ مسرت کہیں گے، کیونکہ بہشت کا ہر میوہ اتنا روح پرور ہو گا کہ کھا کر بھی اس کا انتظار رہے گا، جب وہ مل جائے گا تو جھوم کر کہیں گے، یہ لو، وہی شے آ گئی!، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان پھلوں کی حیثیت دنیوی پھلوں جیسی نہیں ہو گی کہ اگر ایک دفعہ کوئی پھل کھا پی لیا جائے تو اس سے دل بھر جائے بلکہ وہ ایک ایسے نشاط آور، لذیذ اور روح پرور پھل ہوں گے کہ جی یہی چاہے گا کہ بس انھیں دیکھتے اور کھاتے ہی رہیں۔

یہ لذت، کیف اور کھانا، بس ہمارے سمجھانے کے لیے ایک اسلوبِ بیان ہے، کیونکہ اس دنیا کی ریت یہاں سے بالکلیہ مختلف ہے۔ رنگ و بو اور مزے سب صورتوں میں مختلف ہیں، وہاں کھانا ہے لیکن یہاں کی طرح کا نہیں، وہاں پھل ہوں گے مگر دنیوی پھلوں اور پھلواریوں جیسے نہیں، بس یوں تصور فرمائیے! کہ وہاں وہ کچھ ہو گا جس سے ہر بہشتی وہاں کی دنیا کے مطابق شاد کام ہو گا، سکون اور روح پرور نشاط محسوس کرے گا۔

جنت کے پھلوں میں جو تشابہ ہو گا، وہ از قسم جنتی ہو گا، جو بہر حال دنیا کے پھلوں سے جدا ہو گا جیسے یہاں بھی ہے کہ، ایک علاقے میں جو پھل ہوتا ہے وہ بعض دوسرے علاقے سے مختلف ہوتا ہے، اس لیے ان کا یہ تشابہ اپنا تشابہ ہو گا۔ کچھ بزرگوں کا کہنا ہے کہ یہ پھل ظاہری شکل و صورت میں دنیوی پھلوں جیسے ہوں گے۔ تبھی دیکھتے ہی وہ بول اٹھیں گے کہ لو! یہ تو وہی پھل آ گئے۔ لیکن ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جب جب ملے گا، یہی کچھ ان کو محسوس ہو گا صرف پہلی دفعہ ملنے پر ایسا نہیں کہیں گے (کلما رزقوا منها)

سلہ اَزْوَاجٌ۔ (ساتھی، رفیق، شوہر، بیوی) زوج جوڑے کو کہتے ہیں۔ اس جوڑے سے کیا مراد ہے؟ دوست، بیوی یا شوہر؟ یہ سبھی ہو سکتے ہیں، اگر ساتھی اور دوست سے تعبیر کیا جائے تو زیادہ بہتر رہے گا۔ کیونکہ یہ عام ہے۔

بہترین اور پاکیزہ ساتھی، خدا کی دین اور انعام ہے۔ چونکہ دنیا میں اس کی مانگ ہونے کے باوجود تقریباً تقریباً وہ نایاب ہے۔ اس لیے آخرت میں اس کا اتمام ہو جائے گا کیونکہ انسان کے لیے سب سے بڑی نعمت یہی ہے کہ اچھا ساتھی اور رفیق میسّر ہو جائے، وہ دوست ہو یا شوہر یا بیوی۔ بہر حال وہ وجہ سکون ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ